أردو
١

منهج الحديث

(المستوى الأول)

حديث ـ ١

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات في الأحساء

تحت إشراف وزارة الشئون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد

شعبۂ اردو ۔ احساء اسلامک سینٹر

پوسٹ بکس نمبر: ۲۰۲۲ ۔ ہفوف ۔ الاحساء ۔ ۳۱۹۸۲ ۔ ٹیلیفون: ۰۳۶ ۔ ۵۸۶۶۶۷۲

AL-AHSA ISLAMIC CENTER

P.O. BOX 2022, HOFUF, AL-AHSA, 31982

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصطلاحات حدیث

علم حدیث: وہ علم ہے جس کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

موضوع: رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات بحیثیت رسول۔

غرض وغایت: دین ودنیا کی سعادت اور فوز وفلاح

علم اصول حدیث: وہ علم ہے جس کے ذریعہ راوی اور مروی (سند ومتن) کے حالات کی قبول اور رد کے اعتبار سے معرفت ہوتی ہے۔

موضوع: رد وقبول کے لحاظ سے راوی اور مروی

غرض وغایت: راوی اور مروی میں سے مقبول اور مردود کی تمیز کرنا

سند: متن تک پہنچانے والا راویوں کا سلسلہ سند کہلاتا ہے۔

متن: سند جہاں پر ختم ہو کر بات شروع ہوتی ہے اسے متن کہتے ہیں۔

حدیث: جس قول یا فعل یا تقریر یا صفت کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کی گئی ہو اسے حدیث کہتے ہیں۔

خبر: کبھی حدیث کے ہم معنی استعمال ہوتا ہے اور کبھی اس سے عام ہوتا ہے یعنی نبی اور غیر نبی سب کی باتوں اور اقوال واحوال کو خبر کہتے ہیں۔

اثر: کبھی حدیث کے ہم معنی استعمال ہوتا ہے مگر عام طور پر صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

مسنَد: اس حدیث مرفوع کو کہتے ہیں جس کی سند متصل ہو اور حدیث کی اس کتاب کو بھی کہتے ہیں جس میں ہر صحابی کی حدیث الگ الگ جمع کی گئی ہو۔

مسنِد: اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی سند سے حدیث کو بیان کرے۔

محدِّث: جو شخص علم حدیث کو روایت ودرایت ہر اعتبار سے اپنا مشغلہ بنالے اور بیشتر روایات اور راویوں کے حالات سے واقف ہو۔

حافظ: محدث سے بڑا درجہ ہے۔

سند کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں:

① **متواتر:** وہ حدیث ہے جس کو اتنی بڑی تعداد نے روایت کیا ہو جن کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔اور اس کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ متواتر لفظی: جس کا لفظ و معنی دونوں تواتر سے ثابت ہو جیسے حدیث: (من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار)
اس حدیث کو ستر سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے۔

۲۔ متواتر معنوی: جس کا معنی تواتر سے ثابت ہو مگر لفظ نہیں۔ جیسے دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھانا۔ تقریباً سو احادیث میں اس کا ذکر ہے۔

② **آحاد:** وہ احادیث ہیں جن میں تواتر کی شرطیں نہ پائی جائیں۔ان کی تین قسمیں ہیں:

ا. **مشہور:** جس کی سند کے ہر طبقہ میں تین یا اس سے زیادہ راوی پائے جاتے ہوں مگر تواتر کی حد کو نہ پہنچیں۔اس کا دوسرا نام مستفیض بھی ہے۔

۲. **عزیز:** جس کی سند کے کسی ایک طبقہ میں صرف دو راوی ہوں۔

۳. **غریب:** جس کی سند کے کسی ایک طبقہ میں صرف ایک راوی ہو۔اس کا دوسرا نام فرد بھی ہے۔

☆رد و قبول کے اعتبار سے اخبار آحاد کی دو قسمیں ہیں:

① **مقبول:** جس کے راویوں کی سچائی راجح ہو جائے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو دلیل بنانا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

② **مردود:** جس کے راویوں کی سچائی راجح نہ ہو سکے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اسے نہ ہی دلیل بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جائے گا۔

حدیث مقبول کی چار قسمیں ہیں:

① **صحیح:** وہ حدیث ہے جس میں پانچ شرطیں پائی جائیں:

ا. سند متصل ہو (ہر راوی نے اپنے اوپر والے راوی سے بلا واسطہ حاصل کیا ہو)
۲. ہر راوی عادل ہو (مسلم ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، فاسق نہ ہو، مخروم المروءۃ نہ ہو)
۳. ہر راوی ضابط ہو (کتاب میں لکھ کر یا سینہ میں محفوظ رکھ کر پوری طرح یاد رکھنے والا ہو)
۴. شاذ نہ ہو (راوی اپنے سے ثقہ یا کئی ثقہ راویوں کی مخالفت نہ کر رہا ہو)
۵. معلل نہ ہو۔(حدیث کو عیب دار کرنے والی کوئی خفیہ علت نہ ہو)

② **حسن:** جس میں حدیث صحیح کی ساری شرطیں پائی جائیں البتہ اس کے راوی کا ضبط (یادداشت) کمزور ہو۔

③ **صحیح لغیرہ:** وہ حسن حدیث جس کی تائید اپنے ہی جیسے یا اپنے سے قوی تر سند سے ہو جائے۔

④ **حسن لغیرہ:** وہ ضعیف حدیث جو متعدد سندوں سے مل کر قوی ہو جائے۔ واضح رہے کہ وہی ضعیف حدیث دوسری ضعیف حدیث سے ملکر قوی ہو سکتی ہے جس کے راوی کا حافظہ کمزور ہو یا راوی مجہول ہو یا سند میں انقطاع ہو، اگر راوی فاسق یا جھوٹا ہے تو اس کی روایت تقویت نہیں پا سکتی۔

محکم: وہ حدیث مقبول جس کے مقابل و معارض اسی جیسی کوئی دوسری حدیث نہ ہو۔ واضح رہے کہ اکثر احادیث اسی طرح ہیں۔

مختلف الحدیث: وہ حدیث مقبول جس کا اپنی ہی جیسی کسی حدیث سے تعارض ہو اور تطبیق ممکن ہو۔

مثال: حدیث لاعدوی ولا طیرۃ (نہ چھوت چھات کوئی چیز ہے اور نہ بدشگونی) جو صحیح مسلم ہے اور حدیث فر من المجذوم فرارک من الاسد (کوڑھ کے بیمار سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو) صحیح بخاری میں ہے۔ بظاہر دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، ایک سے چھوت چھات کا ثبوت ملتا ہے اور دوسرے سے اس کی نفی ہوتی ہے لیکن دونوں میں تطبیق ممکن ہے۔

☆ دو باہم مختلف اور متعارض مفہوم ادا کرنے والی حدیثیں ملنے کی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

ہمیں مندرجہ ذیل طریقے اپنانا چاہئے:

۱. اگر دونوں میں تطبیق ممکن ہے تو تطبیق دے کر دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔
۲. اگر تطبیق ناممکن ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک ناسخ ہے اور دوسرا منسوخ تو ناسخ پر عمل کریں گے اور منسوخ کو چھوڑ دیں گے۔ اور اگر کسی کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو سکے تو دونوں میں کسی ایک کو دیگر دلائل کی روشنی میں ترجیح دینے کی کوشش کریں گے اور راجح پر عمل کریں گے۔

کسی حدیث کا منسوخ ہونا کس طرح معلوم ہو گا؟

۱. قول رسول ﷺ سے: جیسے حدیث: "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا اب قبروں کی زیارت کرو کہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے۔" (مسلم)
۲. قول صحابی سے: جیسے جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: نبی ﷺ کا آخری معاملہ یہ تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو نہیں کیا کرتے تھے۔ (سنن)

ضعیف: وہ حدیث ہے جس میں حدیث کے حسن ہونے کی مطلوبہ شرطوں میں سے کوئی ایک شرط یا کئی شرطیں نہ پائی جائیں۔

راویوں کے ضبط و عدالت میں ضعف کی شدت اور کمی کے اعتبار سے اس کی مختلف قسمیں ہیں، کوئی حدیث معمولی ضعیف ہوتی ہے اور کوئی بہت زیادہ ضعیف اور کوئی منکر ہوتی ہے۔ ضعیف حدیث کی سب سے بدترین قسم حدیث موضوع ہے۔

ضعف کے اسباب: حدیث کے ضعیف ہونے کے دو بنیادی اسباب ہیں:

۱. سند سے ایک یا کئی راویوں کا ساقط ہونا
۲. راویوں کا مطعون اور مجروح ہونا

ضعیف حدیث کا حکم: ضعیف حدیث سے عقائد واحکام میں استدلال کرنا یا اس پر عمل کرنا درست نہیں۔ فضائل اعمال میں بھی راجح یہی ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ بعض اہل علم نے مندرجہ ذیل تین شرطوں کے ساتھ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کی اجازت دی ہے:

۱. حدیث سخت ضعیف نہ ہو۔

۲. وہ حدیث کسی اصل عام کے تحت داخل ہو۔ (یعنی اس سے ثابت ہونے والا مسئلہ کسی اصل عام سے ثابت ہو)۔

۳. اس پر عمل کرتے ہوئے یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہے تاکہ آپ ﷺ کی جانب کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ کی بات نہیں ہے بلکہ احتیاط کا عقیدہ رکھا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ان تین شرطوں پر عمل کر لیا جائے تو کسی ضعیف حدیث پر عمل کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

☆ حدیث کی سند میں کسی راوی کے ساقط ہونے کی وجہ سے ضعیف ہونے والی احادیث کی چھ قسمیں ہیں:

۱. **معلَّق:** جس حدیث کی سند کے شروع میں ایک یا زیادہ راوی یکے بعد دیگرے ساقط ہوں۔ اور کبھی پوری سند محذوف ہوتی ہے۔

۲. **مرسل:** جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو۔

۳. **معضل:** جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی پے در پے ساقط ہوں۔

۴. **منقطع:** جس حدیث کی سند میں ایک یا زیادہ راوی متفرق مقام سے ساقط ہوں۔

۵. **مدلس:** تدلیس کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں۔ تدلیس کی دو قسمیں ہیں:

① تدلیس اسناد: جس میں راوی اپنے شیخ کو چھوڑ کر شیخ کے شیخ یا کسی دوسرے اپنے ہمعصر شخص سے روایت کرے جن سے حدیث نہیں سنی ہے اور روایت کا صیغہ ایسا استعمال کرے جس سے یہ شبہ ہو کہ اس سے حدیث سنی ہے مثلاً عن فلان یا قال فلان۔

② تدلیس شیوخ: جس میں راوی اپنے شیخ کا جس سے حدیث سنی ہے ایسے نام یا کنیت یا لقب یا نسبت سے ذکر کرے جس سے وہ لوگوں میں مشہور نہ ہو۔

مدلس کی روایت کا حکم: اگر سماع کی صراحت کرے مثلاً سمعت وغیرہ کہے تو مقبول ہوگی اور اگر سماع کی صراحت نہ کرے مثلاً عن یا قال وغیرہ کہے تو مردود ہوگی۔

۶. **مرسل خفی:** راوی اپنے کسی ہم عصر یا ملاقاتی سے کوئی ایسی روایت بیان کرے جس کو اس نے اس سے نہیں سنی ہے اور اس کے لئے ایسا لفظ استعمال کرے جس میں سننے اور نہ سننے دونوں کا احتمال ہو مثلاً کہے: عن فلان یا قال فلان۔

☆حدیث کا راوی مطعون یا مجروح ہونے کی بنا پر حدیث مردود ہو جاتی ہے۔

ہم آئندہ سطروں میں مطعون ہونے کے اسباب اور ان کی بنا پر ضعیف ہونے والی احادیث کی قسمیں ذکر کر رہے ہیں:

☆راوی کی عدالت میں طعن کے اسباب پانچ ہیں:

① جھوٹا ہونا ② جھوٹا ہونے کی تہمت ہونا ③ فاسق ہونا ④ بدعتی ہونا ⑤ مجہول ہونا

☆راوی کی ضبط میں طعن کے اسباب پانچ ہیں:

① بکثرت غلطیاں کرنا ② بکثرت غافل ہونا ③ بکثرت وہم ہونا
④ حافظہ خراب ہونا ⑤ ثقات کی مخالفت کرنا

مذکورہ اسباب کی بنا پر ضعیف ہونے والی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

① **موضوع:** جس حدیث کے راوی کا حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنا ثابت ہو۔ایسی حدیث کو مکذوب اور مصنوع بھی کہا جاتا ہے۔یہ ضعیف کی سب سے بدترین قسم ہے۔

② **متروک:** جس حدیث کے راوی کا لوگوں کے ساتھ بات چیت میں جھوٹا ہونا مشہور ہو لیکن حدیث کے معاملہ میں اس کا جھوٹ ثابت نہ ہو۔

③ **منکر:** ﴿1﴾ جس حدیث کا راوی بکثرت غلطیاں کرنے والا یا بکثرت غافل رہنے والا یا فاسق ہو۔ ﴿2﴾ جس حدیث کو ضعیف راوی نے ثقہ کے خلاف روایت کیا ہو۔

④ **معلل:** جس حدیث میں کوئی ایسی پوشیدہ علت ہو جو اس کی صحت میں خرابی پیدا کرتی ہو۔اس کا ادراک حدیث کا بڑا ماہر ہی کر سکتا ہے۔

⑤ **شاذ و منکر:** اگر راوی خود ضعیف ہے اور ثقات کی مخالفت کرتا ہے تو اس کی روایت کو منکر کہتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور اگر راوی ثقہ ہے اور اپنے سے زیادہ ثقہ یا کئی ثقات کی مخالفت کرتا ہے تو اس کی روایت کو شاذ کہتے ہیں۔

☆منکر کی ضد معروف اور شاذ کی ضد محفوظ ہے۔

⑥ **مدرج:** جس حدیث کی سند کا سیاق بدل دیا گیا ہو یا جس کے متن میں کوئی خارجی بات وضاحت کے بغیر داخل کر دی گئی ہو۔

⑦ **مقلوب:** جس حدیث کی سند یا متن میں کسی ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے تقدیم و تاخیر وغیرہ کے ذریعہ بدل دیا گیا ہو۔

⑧ **مزید فی متصل الاسانید:** بہ ظاہر متصل سند کے درمیان کسی راوی کا اضافہ کر دینا۔

⑨ **مضطرب:** جو مختلف طریقوں سے یکساں قوت کے ساتھ مروی ہو یعنی ایسا اختلاف ہو جس میں تطبیق ناممکن ہو اور ساری روایات کا درجہ ایک جیسا ہو ترجیح بھی ناممکن ہو۔

⑩ **مصحّف:** جس حدیث کی سند یا متن کے کسی کلمہ میں لفظ اپنی شکل و صورت پر باقی رہتے ہوئے کسی حرف کے نقطوں میں تبدیلی ہو گئی ہو اور اس کی بنا پر لفظ کچھ کا کچھ ہو گیا ہو مثلاً مراجم کو مزاحم کر دیا جائے۔

⑪ **محرّف:** جس حدیث کی سند یا متن کے کسی کلمہ میں لفظ اپنی شکل وصورت پر باقی رہتے ہوئے کسی حرف کے زیر زبر وغیرہ میں تبدیلی ہو گئی ہو اور اس کی بنا پر لفظ کچھ کا کچھ ہو گیا ہو مثلاً عَنَزَۃ کو عَنَزَۃ کردیا جائے۔

☆راوی کا مجہول ہونا:

مجہول کی تین قسمیں ہیں:

ا۔ مجہول عین: اس راوی کو کہتے ہیں جس کا نام مذکور ہو مگر اس سے صرف ایک راوی روایت کرے۔

۲۔ مجہول حال: جس سے دو یا دو سے زیادہ راوی روایت کریں مگر اس کی توثیق نہ ہو۔اس کو مستور بھی کہتے ہیں۔

۳۔ مبہم: حدیث میں جس راوی کے نام کی صراحت نہ ہو۔

☆راوی کا بدعتی ہونا:

اگر بدعت کفر تک پہنچادینے والی ہے تو اس کی روایت مردود ہے اور اگر صرف فسق تک پہنچاتی ہو تو صحیح رائے کے مطابق دو شرطوں کے ساتھ اس کی روایت قبول کی جائے گی۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی روایت اس کی بدعت کی مؤید اور مروج نہ ہو۔

بدعتی کی روایت کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔

☆راوی کا حافظہ خراب ہونا:

حافظہ کی خرابی کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ راوی ابتداء شباب ہی سے حافظہ کی خرابی کا شکار ہو اور تاحیات اس حالت پر باقی رہے۔اس کی روایت مردود ہوگی۔

۲۔ پہلے حافظہ کی خرابی میں مبتلا نہیں تھا لیکن بعد میں بڑھاپے یا بینائی ختم ہو جانے یا کتابیں ضائع ہو جانے کی وجہ سے حافظہ کی خرابی کا شکار ہو گیا۔اس کو مختلط کہتے ہیں۔اس کی روایت کا حکم مندرجہ ذیل ہے:

{1} جو حدیث اختلاط سے پہلے بیان کی ہو اور معلوم ہو کہ اختلاط سے پہلے کی ہے وہ مقبول ہے۔

{2} جو حدیث اختلاط کے بعد بیان کی ہے وہ مردود ہوگی۔

{3} جس حدیث کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ اختلاط سے پہلے بیان کی ہے یا بعد میں،اس میں توقف کیا جائے گا۔

☆ **حدیث قدسی:** جس حدیث کو نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرکے بیان کریں حدیث قدسی کہلاتی ہے۔

حدیث قدسی اور قرآن کا فرق:

قرآن	حدیث قدسی
ا۔ لفظ و معنی دونوں اللہ کی طرف سے ہے۔	ا۔ معنی اللہ کا اور الفاظ نبی ﷺ کے ہیں۔
۲۔ قرآن کی تلاوت سے عبادت ہوگی۔	۲۔ حدیث قدسی کی تلاوت سے عبادت نہ ہوگی۔
۳۔ قرآن کا متواتر ثابت ہونا شرط ہے۔	۳۔ متواتر ثابت ہونا شرط نہیں

مرفوع: جس قول وفعل یا تقریر یا صفت کی نسبت نبی ﷺ کی طرف ہو۔

موقوف: جس قول وفعل یا تقریر کی نسبت کسی صحابی کی طرف ہو۔

مقطوع: جس قول وفعل کی نسبت کسی تابعی یا اس کے بعد والے طبقہ کی طرف ہو۔

متصل: جس کی سند کے ہر راوی نے اپنے شیخ سے حدیث لی ہو اور درمیان میں انقطاع نہ ہو۔

زیادۂ ثقہ: جس حدیث کی سند یا متن میں کوئی ثقہ راوی ایسی زیادتی کرے جو دوسرے راویوں نے بیان نہ کی ہو۔

اعتبار: جس حدیث کو تنہا کسی ایک راوی نے روایت کیا ہو اس کی دیگر سندیں تلاش کرنے کا نام اعتبار ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ اس حدیث کی روایت میں کوئی دوسرا اس کا شریک ہے یا نہیں۔

متابع: وہ حدیث ہے جو کسی دوسری حدیث کی صرف معنی میں یا لفظ ومعنی دونوں میں موافقت کرے اور دونوں کے راوی صحابی ایک ہوں۔

شاہد: وہ حدیث ہے جو کسی دوسری حدیث کی صرف معنی میں یا لفظ ومعنی دونوں میں موافقت کرے اور دونوں کے راوی صحابی الگ الگ ہوں۔

حدیث نمبر(۱):

عمل میں للہیت اور اخلاص کا ہونا

عن عُمَرَ بْن الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

(صحيح البخاري – (۲۰ / ۳۸۷))

ترجمہ:

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے، پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف مانی جائے گی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہے تا کہ وہ اسے پالے یا کسی عورت کی طرف ہے تا کہ اس سے شادی کر لے، تو جس چیز کی طرف اس نے ہجرت کی ہے اسی کی طرف اس کی ہجرت مانی جائے گی۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

حدیث کے راوی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، ہجرت سے پہلے اسلام لائے اور وہ دوسرے خلیفہ بھی ہیں، ان کی خلافت ساڑھے دس سال تک تھی. ۲۳ ھ میں ماہ ذی الحجہ میں شہید کئے گئے۔

حدیث سے مستنبط فوائد:

۱. اسلام میں کسی بھی عمل کی اساس اور بنیاد نیت ہے۔

۲. جب نیت سچی ہو اور عمل نیک ہو تو بیشک اللہ تعالی اسے قبول فرماتا ہے۔

۳. اگر مسلم کی نیت صحیح ہے تو وہ اپنے دنیاوی اعمال پر بھی اجر و ثواب دیا جائے گا، جتنے اعمال ہیں سب کے سب اللہ سبحانہ وتعالی کے لئے عبادت ہیں. جیسے کہ مدرس کا عمل اپنے پڑھانے میں، اور طالب علم کا عمل اپنے پڑھنے میں اور عہدہ والے کا عمل اپنی ڈیوٹی میں، تجارت کرنے والے کا عمل اپنی تجارت میں، یہ اور اسی قسم کے دیگر حضرات اگر ان کی نیتیں صحیح ہیں تو یہ سب عبادت ہیں۔

۴. اگر کسی مسلم نے کوئی نیکی کے کام کرنے کی نیت کر لی لیکن اس کے انجام دینے کی اس میں طاقت نہ رہی تو وہ اپنی نیت پر ثواب دیا جائے گا۔

۵. اگر اللہ تعالی کے لئے نیت خالص ہے تو یہ دنیا و آخرت میں کامیابی اور نجات کا سبب ہے۔

❀❀❀

حدیث نمبر(٢):

ایمان والوں کے درمیان تعاون اور مدد

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ. (متفق عليه)

ترجمہ:

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے دیوار کی طرح سے ہے ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت اور مضبوطی عطا کرتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں میں تشبیک کیا۔

"تشبیک" کہتے ہیں اپنے دونوں ہاتھوں کی دسوں انگلیوں کو ایک دوسرے میں ضم کرلینا، ملالینا تاکہ سامنے والا چھڑا نہ سکے. یہ اتفاق واتحاد کی عظیم مثال دی گئی ہے۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

ابو موسی عبداللہ بن قیس بن مسلم الأشعری رضی اللہ عنہ ہیں، بہت مشہور صحابی ہیں، کوفہ کے گورنر رہ چکے ہیں، ٥٠ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

حدیث کا اجمالی معنی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مومن کی مثال اس کا اپنے بھائی کی مدد اور نصرت کرنے میں دیوار اور بنیاد سے دی ہے جس کے اجزاء ایک دوسرے کو قوت اور مضبوطی عطا کرتے ہیں. کوئی بھی دیوار اس وقت تک مکمل اور پوری نہیں ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کے بعض حصے دوسرے حصے کو قوت اور مضبوطی نہ عطا کریں. اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر دیواریں گرجاتی ہیں اور بنیاد ڈھ جاتی ہے. بعینہ مثال ایک مومن کی ہے کہ خواہ اس کے دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا اگر اس کا مومن بھائی اس کی مدد اور تعاون نہ کرے تو اس کا معاملہ پائے تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا ہے، اور وہ اپنے مفاد کے حصول میں ناقص رہ جاتا ہے۔

حدیث کے فوائد:

١. بنیاد کی مثال پیش کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتحاد واتفاق کے مفہوم کو ذہنوں میں بہت قریب کردیا ہے۔
٢. یہ حدیث باہم مومنوں کو ایک دوسرے کے تعاون اور مدد پر ابھارتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۳):

اسلام رشوت کو حرام کرتا ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ : لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ. (رواه أحمد)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ : رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل السہمی رضی اللہ عنہ ہیں، یہ اپنے والد سے پہلے اسلام لائے، ان کا انتقال ۶۳ ھ میں ہوا، ان کی عمر تہتر(۷۳) سال کی تھی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی الہدی صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے پر اللہ تعالی کی رحمت سے دوری اور پھٹکار کی بددعا کی ہے، جسے عربی میں "الرَّاشِيْ" کہتے ہیں، یعنی وہ شخص جو کسی کو محبت اور تعلقات کا اظہار کرتے ہوئے روپیۓ وغیرہ دے تاکہ اس کے عوض دوسرے کا حق اس کو دے دے، جس سے حرام چیز اسے مل جائے.

اور ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے پر بددعا کی ہے کیونکہ اس نے غیر شرعی طریقہ سے مال کو لیا ہے اور لوگوں کی دولت باطل اور حرام طریقہ سے کھا رہا ہے۔ اس لئے مسلم کو شک اور شبہ کی جگہوں سے بہت دور ہونا چاہئے تاکہ کہیں وہ اللہ کے عقاب اور ناراضگی کا شکار نہ ہو جائے۔

حدیث کے فوائد:

۱. اللہ کی رحمت سے رشوت دینے والے اور رشوت خور کی دوری۔

۲. رشوت حرام ہے کیونکہ اسلامی معاشرہ پر اس کا بہت خطرناک اثر پڑتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۴):

امانت کی ادائیگی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنْ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ (رواه أحمد وأبوداود والترمذي)

ترجمہ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے تم امانت کو اس کے پاس مکمل ادا کرو، اور جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ عبدالرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، غزوئہ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کی تڑپ اور رغبت کیوجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، ان کا شمار زیادہ حدیثیں یاد رکھنے والے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں ہوتا ہے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے ہیں کہ امانت کو اس کے مالک کے پاس جوں کا توں لوٹادو، نیز امانت ہی سے متعلق مستعار منگنی لی گئی چیزیں رہن والی چیزیں وغیرہ بھی ہیں، انہیں بھی امانت ہی کی طرح لوٹا دینا چاہئے. دین اسلام میں امانت کا بہت اونچا مقام و درجہ ہے، یہ ایسے صفات حمیدہ اور عالیہ میں سے ہے کہ ہر مسلم کو اس صفت سے مزین ہونا ضروری اور واجب ہے. جب انسان امین ہوتا ہے تو لوگ اس کا احترام کرتے ہیں اور اس کے ماحول کے لوگ اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں، اور اس کے اہل و اقارب عزت واحترام کی نگاہ سے اسے دیکھتے ہیں. جیسے کہ ایک معلم اور استاد جو اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھاتا ہے وہ امین ہے یقیناً وہ اللہ تعالی کی طرف سے اور پھر تمام لوگوں کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے، اور ایسے ہی طالب علم جو اپنی پڑھائی کی ذمہ داریاں اور واجبات کو کما حقہ ادا کرتا ہے اور جن مال ومتاع، راز اور سامان وغیرہ کی حفاظت کو بخوبی سنبھالتا ہے وہ بھی امین ہے شکر اور تعریف کے لائق اور مستحق ہے. اور ایسا شخص جو امانت کو تسلیم نہ کرے اس کا انکار اور اس کے ذمہ جو مال ومتاع، راز کی چیزیں، سامان وغیرہ اور دیگر اسباب بطور امانت رکھی گئی ہیں ان کی حفاظت نہ کرے تو اس کا نصیبہ ذلت وخواری ہے۔لوگوں کی نگاہوں سے گرجانا اور اس دنیا میں حقیر ہو جاتا ہے. اب اگر وہ موظف اور سرکاری عہدے دار ہے تو اپنے عہدے سے معزول کر دیا جاتا ہے اور اگر تاجر ہے تو لوگ اس سے بدگمان ہو کر پھر جاتے ہیں اور اس کے اوپر بھروسہ اور اعتماد نہیں کرتے ہیں. اس لئے ہر مسلم کو چاہئے کہ اس کے پاس جو لوگوں کے مال ومتاع وغیرہ ہیں اس پر امین رہے، یعنی ان کے مال کو ضائع اور نقصان وبرباد ہونے سے بچائے نیز لوگوں کے جو راز وغیرہ یا نجی زندگی کے سلسلے میں کوئی بات ہو تو اس کی بھی حفاظت کرے، اور لوگوں کے ساتھ ان کے پسندیدہ طور طریقوں سے معاملہ کرے کیونکہ جس کے پاس امانت نہیں اس کے پاس ایمان نہیں۔

حدیث کے فوائد:

۱. امانت کو صاحب امانت کے پاس بہ سلامت لوٹا دینا واجب ہے۔

۲. خیانت کرنے والوں کے ساتھ خیانت کا سلوک کرنے سے منع فرمایا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۵):

والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی حرام ہے

عن أَبِي بَكْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا، الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَوْ قَوْلُ الزُّورِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ. (متفق عليه)

ترجمہ:

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو عظیم گناہ کبیرہ کے بارے میں نہ بتلادوں؟ یہ جملہ تین مرتبہ دہرائے ① اللہ کے ساتھ شرک کرنا ② والدین کی نافرمانی ③ جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ ٹیک چھوڑ کر سیدھے بیٹھ گئے اور یہ باتیں مسلسل دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگوں نے (آپس میں یا دل میں) کہا: کاش! کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب چپ ہو جاتے۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

ان کا نام نفیع بن الحارث بن کلدہ الثقفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، یہ بہت مشہور صحابی ہیں، ان کا نام ابو بکرہ اسلئے پڑ گیا کہ یہ طائف کی فتح کے دن چرخی کے ذریعہ اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کچھ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں، اور بعض معرکوں میں شرکت بھی کی ہے، ان کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔

حدیث کا اجمالی معنی:

کبیرہ گناہ بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے سب سے زیادہ قبیح و بدترین اور سخت گناہ اللہ کے افعال میں یا اس کی عبادت میں یا اس کے ناموں اور صفات میں شرک کرنا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس لئے اسے ذکر کیا کہ یہ تمام گناہوں میں سب سے عظیم ہے. پھر اس بعد والدین کی نافرمانی کو ذکر کیا، یہ بھی بہت عظیم گناہ ہے۔ اللہ تعالی نے اس پر سخت عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ اس لئے مسلم پر ضروری ہے کہ وہ اپنے والدین کا فرمانبردار بنے کیونکہ والدین نے اس کے ساتھ بچپن ہی سے شفقت و محبت عفو و درگذر اور نرمی کا معاملہ کیا ہے۔ اللہ تعالی نے بھی ان کے ساتھ بھلائی کرنے کو کہا ہے اور ان کی نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔ حکم الٰہی ہے: ﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ ٱلْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴾ (الاسراء: ۲۳) ترجمہ: اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا، اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات کرنا۔

تو یہ دونوں لوگوں سے کہیں زیادہ بڑھکر کے اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی بات سنی جائے،ان کی اطاعت کی جائے اور ان کا احترام کیا جائے،اور ان کی اطاعت اگر اس میں کوئی معصیت اور گناہ نہیں ہے تو اس کو بجالانا ہم پر واجب ہے۔

اور انہیں محرمات میں سے (جیسے کہ شرک باللہ اور والدین کی نافرمانی حرام ہے) جھوٹی بات کہنا اور قصداً جان بوجھ کر حق سے منحرف ہو جانا،اعراض کرنا اور حق کے خلاف جھوٹی گواہی دینا بھی ہے۔ جھوٹی گواہی اور جھوٹ بات سے صحابہ کرام کو آگاہ کرنے کا خاص اہتمام آپ ﷺ نے اس لئے فرمایا کہ یہ چیزیں زبانوں پر بآسانی آجاتی ہیں،اور لوگ بھی اس سلسلے میں کافی لاپرواہی اور سستی برتتے ہیں. نیز ایسا ہونے کے لئے بہت سارے اسباب اور مختلف وجہیں ہوتی ہیں جیسے کہ کینہ،عداوت،دشمنی، نفرت وغیرہ۔

پیارے نبی ﷺ یہ جملہ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ صحابہ نے آپ ﷺ پر شفقت اور پیار و محبت کرتے ہوئے نیز جو چیزیں آپ ﷺ کو الجھن اور پریشانی میں ڈالے ہوئے تھی اس کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ کاش آپ ﷺ چپ ہو جاتے۔

لہذا جنہیں اللہ تعالی نے اسلام کی دولت سے نوازا ہے ان پر ضروری ہے کہ وہ ان کبیرہ اور عظیم گناہوں میں پڑنے سے دور رہیں تاکہ وہ اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔

حدیث کے فوائد:

۱. رسول اکرم ﷺ کا اپنے اصحاب کو توجیہ اور نصیحت فرمانا۔
۲. شرک باللہ اور والدین کی نافرمانی حرام ہے۔
۳. جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی حرام ہے۔
۴. رسول اکرم ﷺ پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی پیار بھری شفقت اور جو چیزیں آپ ﷺ کو تکلیف دے رہی تھیں ان سے نفرت۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(٦):

دھوکا اور فریب دینا حرام ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي. (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر کھانے کے ایک ڈھیر سے ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں میں نمی اور تراوٹ لگی (یعنی پانی سے انگلیاں بھیگ گئیں اور تر ہو گئیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کھانے کی چیز بیچنے والے یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ آسمان کی بارش (یا آسمان سے شبنم) گرنے کی وجہ سے ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: تم نے اسے کھانے کے اوپر کیوں نہیں رکھ دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ سکیں؟ جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ عبدالرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، غزوۂ خیبر کے سال ۷ ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کی تڑپ اور رغبت کیوجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، ان کا شمار زیادہ حدیثیں یاد رکھنے والے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں ہوتا ہے۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ہمیں نصیحت فرماتے ہیں ایسی چیز کی جانب جس کو تمام انسانوں کو اپنے لین دین، بیچنے کی چیزوں اور سامان تجارت میں اپنانا واجب اور ضروری ہے۔ یعنی ایک دوسرے کو دھوکہ اور فریب دینے سے بہت دور ہونا چاہئے، جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں غیض وغضب بھڑک اٹھتا ہے اور آپس میں حسد کینہ ودشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور اُخوت اسلامیہ کا بندھن پارہ پارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ ایسا گھناؤنا عیب ہے جسے اسلام اپنے ماننے والوں سے کبھی نہیں پسند کرتا ہے۔ اسلام تو تعلیم دیتا ہے کہ سامان تجارت میں جو عیب ہے بیچنے والا اسے بالکل واضح بیان کردے اور اس کی خامیوں پر روشنی ڈالے تاکہ خریدنے والے کا جو مقصد ہے سامان کے ویسا نہ ہونے پر فوت نہ ہو جائے۔ نیز عیب کو پردہ میں رکھ کر اس کا الٹا نہ ظاہر کرے ورنہ اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کا شکار ہو جائے گا۔

حدیث کے فوائد:

۱. بیچنے والے پر سامان تجارت کا عیب اور اس کے پوشیدہ اوصاف بیان کرنا واجب ہے۔
۲. معاملات میں دھوکہ وفریب دینا حرام ہے اور جس نے ایسا کیا اس کے لئے سخت وعید ہے۔
۳. مسلمانوں پر ایک دوسرے کو نصیحت کرنا واجب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۷):

چغلخوری

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ: إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ، الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ. (رواه مسلم)

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ: بیشک فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کیا میں بتلانہ دوں کہ "عضہ" کیا چیز ہے؟ یہ چغلخوری ہے جو لوگوں کے درمیان ایک کے بارے میں دوسرے سے کہی جاتی ہے۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

یہ ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں پہلے اسلام لانے والے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں سے ہیں، ان کا شمار فضلاء، فقہاء اور قرّاء صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں ہوتا ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر (۷۰) سورتیں یاد کیں، ان کا انتقال مدینہ میں ۳۲ھ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر ساٹھ (٦٠) سال کی تھی.

حدیث کا اجمالی معنی:

اسلام ایسا دین ہے جو مسلمانوں کو آپسی الفت ومحبت بھائی چارگی اور مستحکم اجتماعی قوت کی دعوت دیتا ہے، اور آپسی بغض وکینہ و دشمنی وعداوت سے منع کرتا ہے. سب سے خطرناک چیز جو مسلم کی اجتماعی قوت کو منتشر کرکے پارہ پارہ کردیتی ہے اور باہمی الفت ومحبت کو جلاکے راکھ کردیتی ہے وہ چغلخوری ہے. اس سے دلوں میں غیض وغضب کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور نفرتیں جنم لیتی ہیں، اور حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی چغلخور اور کذاب ایک گھنٹہ میں ایسا فتنہ وفساد برپا کردیتا ہے کہ جو فتنہ وفساد ایک جادوگر پورے ایک سال میں نہیں کرسکتا ہے. اسلئے علم دین سیکھنے والو تم پر ضروری ہے کہ جو باتیں تم سنو اسے خوب اچھی طرح ٹٹول لو اور اس کی سچائی اور حقیقت جان لو. صرف ظن اور گمان سے کام نہ لو. فرمان رب العالمین ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ ٦ ﴾ (الحجرات:٦) ترجمہ: اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیئے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

اسلئے ہمیشہ چغلخور سے ہوشیار رہو. وہ ایسا انسان ہے جس کی معاشرہ میں عزت واکرام نہیں اور نہ ہی اس میں اخلاقی قدریں پائی جاتی ہیں. اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ کسی طرح لوگوں کو تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائے اور انہیں مصیبتوں میں گھرا دیکھ کر خوش ہو جائے. اللہ تعالی ہمیں اس کے شر اور فتنہ سے محفوظ رکھے، آمین۔

حدیث کے فوائد:

١. غیبت اور چغلخوری حرام ہے۔
٢. اس کا شمار عظیم کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(٨):

غیبت حرام ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ. (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ سب نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کا ذکر ایسی چیزوں سے کرو جو اسے ناپسند ہوں. کہا گیا: آپ بتلائیں کہ اگر جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ میرے بھائی میں پائی جاتی ہیں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ تمہارے بھائی میں پائی جاتی ہیں تو تم نے حقیقت میں اس کی غیبت کی ہے، اور اگر اس میں وہ چیز نہیں پائی جاتی ہے تو تم نے بہتان باندھا اور تہمت لگائی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ ایسا شخص جو مسلم بھائی نہیں ہے جیسے کہ یہودی، نصرانی اور دیگر تمام وہ لوگ جو اسلام کے علاوہ مذہب والے ہیں یا وہ لوگ جو اسلام میں بدعتیں کرتے ہیں اور ان بدعتوں کے وجہ سے اسلام سے بہت دور جا چکے ہیں. اگر ان کے بارے میں کوئی بات کہی جائے تو وہ غیبت نہیں ہے. بھائی کے لفظ سے تعبیر کرکے رسول اکرم ﷺ نے یہ حکمت اپنائی ہے تاکہ غیبت کرنے والا اپنے بھائی کی غیبت سے باز آجائے، کیونکہ اگر واقعی وہ اس کا دینی بھائی ہے تو پھر اس کے لئے افضل اور زیادہ مناسب طریقہ یہ ہے کہ وہ اس سے عفو و درگذر سے کام لے. اس کی برائیوں پر پردہ ڈالے اور اس کے عیوب کی کوئی معقول تاویل کرے، نہ کہ اس کی برائیوں کو منظر عام پر لائے اور اس کی تشہیر کرے. نیز آپ ﷺ نے (بما یکرہ-جو اس کو ناپسند ہو) کہہ کر یہ واضح کر دیا ہے کہ اگر وہ اس کے جس عیب کو بیان کر رہا ہے اسے برا نہیں لگتا ہے جیسے کہ ٹھٹھا مذاق کرنے والے بے حیا لوگ یا سرمستی اور دیوانگی میں متوالے لوگ تو پھر وہ غیبت نہیں شمار ہوگی. شریعت میں جو چیزیں غیبت کہلاتی ہیں ان کی حرمت تو بالکل معلوم اور واضح ہے اور ان کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔

حدیث کے فوائد:

١. مسلمانوں کی عزت واحترام کی پاسداری پر اسلام نے ہمیں ابھارا اور سبق دیا ہے۔
٢. غیبت حرام ہے، یعنی وہی کہ تم اپنے بھائی کی غیر حاضری میں اس کا ذکر اس انداز پہ کرو جو اسے ناپسند ہو۔
٣. غیبت مسلمانوں کے درمیان بغض و نفرت کو ابھارنے کا سبب بن جاتی ہے۔
٤. مسلمانوں کے بیچ جھوٹ بولنا حرام ہے۔
٥. عیبوں کو بیان کرنا اگر یہ آدمی میں موجود ہیں تو اسے غیبت کہتے ہیں۔
٦. کسی مسلم بھائی کا ذکر ایسی چیزوں سے کرو جو اسے پسندیدہ ہوں، اسلام نے اس کی اجازت دی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(٩):

پڑوسی کا حق پڑوسی پر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ. (متفق عليه)

ترجمہ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیئے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کا احترام کرے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

حدیث کے اندر پڑوسی کے حق کی حفاظت پر دلیل موجود ہے اور کمال ایمان کی علامت ہے اور پڑوسی کو تکلیف اور ایذا پہنچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور آخرت کے دن پر وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ البتہ پڑوسی کے نیک اور بد ہونے پر حالت مختلف ہوتی ہے۔ لیکن جو چیز سب کو شامل ہے وہ ہے خیر اور بھلائی کے ساتھ پیش آنا اور اچھے اور بہتر طریقے سے اسے نصیحت کرنا اور ہدایت کے لئے اس کے حق میں دعا کرنا اور اسے ضرر اور تکلیف پہنچانے سے باز رہنا۔

حدیث کے عظیم فوائد:

١. اسلام ایسے امور کی ترغیب دیتا ہے جس سے لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کی مدد اور محبت پیدا ہو جائے۔
٢. پڑوسیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مساعدہ کرنے سے ان کے آپس میں تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔
٣. پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی اولاد کو قولاً یا فعلاً تکلیف نہ دی جائے۔
٤. پڑوسی کے گھر کے اندر جھانکنا نہیں چاہیئے، چھت پر سے یا دروازہ کی سوراخ سے۔
٥. کسی بھی انداز سے پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے دور رہنا چاہیئے۔
٦. مہمان کی مہمان نوازی کرنا واجب ہے۔
٧. بات کم کرنا کمال ایمان میں سے ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۱۰):

بے مطلب کی چیز کو مسلم کو چھوڑ دینا چاہئے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ. (هذا حديث حسن ، رواه الترمذي وغيره)

ترجمہ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی(اپنے سے غیر متعلق) چیزوں کو چھوڑدے۔(یہ حدیث حسن ہے اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

یہ حدیث کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع میں سے ہے(یعنی بات کم اور معنیٰ زیادہ) یہ اقوال کو شامل ہے اور افعال کو بھی. اقوال کی مثال جیسا کہ صحف ابراہیم میں مروی ہے کہ جس نے اپنے عمل سے اپنے کلام کو شمار کیا اور موازنہ کیا تو اس کا کلام کم ہو گیا مگر ان چیزوں میں جو اس سے متعلق ہیں.اور افعال کو بھی شامل ہے تو پھر اس میں یہ ساری چیزیں داخل ہو گئیں کہ انسان میں دنیا طلبی نہ ہو اور نہ ہی اپنی تعریف اور بڑائی طلب کرے اور نہ ہی دیگر چیزیں طلب کریں جس کی اسے اپنے دین کی اصلاح میں ضرورت نہ ہو اور نہ ہی دنیا کی چیزوں میں اس کا محتاج ہو۔

حدیث کے فوائد:

۱. اسلام مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ ایسی چیزوں میں جو ان کے لئے مخصوص نہ ہو دخل اندازی نہ کریں۔
۲. قول ہو یا فعل ہو مسلم کو ایسی چیزوں کو چھوڑ دینا چاہئے جس کی اسے ضرورت نہ ہو یہ اس کے کمال اسلام میں سے ہے۔
۳. جن چیزوں کے بارے میں مسلم سے سوال نہیں کیا گیا ہے ان چیزوں کے بارے میں جواب نہیں دینا چاہئے۔
۴. خیر اور نیکی کے کاموں پر ابھارنا اور بھلائی کی چیزوں کو بتلانا یہ ان امور میں سے ہے جو مسلم کی ضروریات کہلاتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۱۱):

نظافت اور صفائی ستھرائی اسلام میں سے ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ، قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ. (رواه مسلم)

ترجمہ:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایسا شخص داخل نہیں ہو سکتا ہے جس کے دل میں رائی کے برابر بھی کبر ہو گا، ایک شخص نے کہا: آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا خوبصورت ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں، تو: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے وہ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، کبر یہ ہے کہ حق کو قبول نہ کیا جائے اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھا جائے۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

حدیث میں نظافت اور صفائی ستھرائی پاکیزگی اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے اور کبر کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ کبر یعنی ایسا ارادہ کہ وہ لوگوں سے بلند و بالا بڑھ چڑھ کر رہے، انہیں ذلیل وخوار سمجھے، حق کو ٹھکرائے اس کا انکار کرے یہ سب کچھ اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو عظیم المرتبت اور عظیم قوت و سطوت والا سمجھے اور یہ کبر یا تو باطن یعنی پوشیدہ ہوتا ہے اور یہ نفس کی ایک خصلت اور صفت ہوتی ہے اور اسے "خُلق فِی النَّفس" یعنی نفس کی ایک خصلت وصفت کے بجائے اسے "کِبر فی النَّفس" یعنی کبر والا نفس کا نام دینا زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔

اور یہ کبر یا تو ظاہر ہوتا ہے یعنی یہ وہ اعمال ہیں جو انسانی اعضاء وجوارح سے سرزد ہوتے ہیں۔ یہ دراصل اسی کبر کی خصلت کا نتیجہ ہے اور ثمرات ہیں تو جب اس کبر کا ظہور ہوتا ہے اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ "تکبُّر" اس نے غرور اور کبر کا اظہار کیا۔ اور اگر اس کا اظہار نہ ہوا تو کہا جاتا ہے "کِبرَ" اس میں کبر ہے۔ اور جب تکبر اور کبر دونوں ایک ساتھ کسی میں جمع ہو جائیں تو پھر وہ شخص اللہ کی وعید و سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔

حدیث کے فوائد:

۱. کبر اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا حرام ہے۔
۲. نظافت کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو آدمی پہنتا اور استعمال کرتا ہے۔
۳. اپنا گھر اور سڑک و گلیوں کی نظافت پر آدمی کو حریص ہونا چاہئے۔
۴. کم سے کم ہفتے میں ایک مرتبہ غسل نظافت کرنا مستحب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۱۲):

منافق کی علامت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ. (متفق علیه)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: منافق کی نشانیاں تین ہیں، ① جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، ② اور جب وہ وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، ③ اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

حدیث میں مسلم کو اس بات سے ڈرایا گیا ہے کہ وہ ایسی خصلتیں اور صفات اپنائے جن کی بنا پر یہ خوف لاحق ہو جائے کہ کہیں یہ صفات اس کو حقیقت نفاق تک نہ لے جائیں۔ یہاں ثعلبہ بن حاطب الأنصاری کے واقعہ کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے تاکہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے، (لیکن سنداً یہ روایت ان کے بارے میں صحیح نہیں ہے، دیکھئے قرآن کریم اردو ترجمہ مجمع ملک فہد ص ۵۳۶ سورۃ التوبہ آیۃ ۷۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿٧٧﴾ ﴾ (التوبۃ: ۷۷) ترجمہ: پس اس کی سزا میں اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا، اللہ سے ملنے کے دنوں تک، کیونکہ انہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کا خلاف کیا اور کیونکہ جھوٹ بولتے رہے۔

توان کو وعدہ خلافی اور کذب نے کفر تک پہنچا دیا۔ اسلئے یہ حدیث ایسے اخلاق کو اپنانے سے ڈراتی ہے جو آدمی کو خالص نفاق تک پہنچا دے۔

حدیث کے فوائد:

۱. اسلام کی عظمت میں سے ہے کہ وہ برے اخلاق اور ذلیل و گھٹیا عادات سے جنگ کرتا ہے، جیسے کہ جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت وغیرہ۔
۲. نفاق سے بچنا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفر سے بھی زیادہ خطرناک گناہ ہے۔
۳. منافقین کی صفات میں سے کسی بھی صفت کو ہرگز نہیں اپنانا چاہئے۔
۴. جس نے منافقین کی صفت اپنائی وہ اللہ اور تمام لوگوں کے نزدیک مبغوض ہو جاتا ہے۔
۵. مومن کی صفات میں سے ہے کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ نہ بولے، اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت دی جائے تو اس میں خیانت نہ کرے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حدیث نمبر(۱۳):

ایمان کی حلاوت اور مٹھاس

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ (متفق عليه)

ترجمہ:

انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر پائی گئیں اس نے ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو پالیا، ① اللہ اور اس کے رسول اس کے نزدیک ساری دنیا سے بڑھ کر عزیز اور محبوب ہوں، ② دوسرا یہ کہ کسی آدمی سے محبت کرے تو اس سے یہ محبت صرف اللہ کی خاطر ہو، ③ تیسرا یہ کہ دوبارہ کفر میں جانا اس کو ایسے ہی برا لگے جیسے یہ ناپسند کرتا ہے کہ وہ آگ میں ڈالا جائے۔

حدیث کے راوی کی تعریف:

اس حدیث کے راوی انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں، آپ سے بھی بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں، آپ کا انتقال ۹۲ ھ میں ہوا۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

اس حدیث میں ایمان کی طرف مومن کی رغبت کو بڑی میٹھی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس چیز کو اس کے لئے لازم پکڑ لینے کو ثابت اور یقینی کر دیا ہے اور اس کی طرف اس چیز کی نسبت اور اضافت بھی کی ہے۔

اس حدیث میں ایک مریض اور ایک صحیح الجسم کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اگر مریض پت والا ہے تو اسے شہد کا مزہ بھی کڑوا اور نیم جیسا لگتا ہے اور جو صحیح البدن ہے تو اسے شہد کا ذائقہ بالکل شہد کی مٹھاس جیسا ہی لگتا ہے۔ اور جب بھی صحت میں کچھ خرابی آئی لیکن ذائقہ اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہے تو صحت جلد بحال ہو جاتی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو حلاوت یعنی مٹھاس سے تشبیہ دی ہے، یہ اس لئے کہ اللہ تعالی نے ایمان کو شجرہ یعنی درخت سے تشبیہ دی ہے۔ اللہ تعالی اپنے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ ﴾ (ابراہیم: ۲۴) ترجمہ: اللہ تعالی نے پاکیزہ بات کی مثال بیان فرمائی مثل ایک پاکیزہ درخت سے۔

پس وہ کلمہ یعنی بات یہی کلمۂ اخلاص ہے، اور شجرہ یعنی درخت اصل ایمان ہے، اور اس کی ٹہنیاں حکم کی اتباع اور منہیات سے بچنا ہے، اور اس کے تنے مومن کا خیر کا اہتمام و ارادہ کرنا ہے، اور پھل کی مٹھاس اور حلاوت وہی پھل کا توڑنا ہے، اور اس کا غایتِ کمال جس پر فخر و سرور ہو پھل کا پک جانا ہے جس سے ان پھلوں میں مٹھاس اور حلاوت مکمل ہو جاتی ہے۔

حدیث کے فوائد:

۱. تمام مخلوقات پر اللہ کی محبت اور رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی محبت کو مقدم کرنا عین واجب ہے۔

۲. اللہ کی معصیت اور رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی معصیت میں کسی کی بھی بات قابل اطاعت نہیں ہے۔

۳. اللہ کی خاطر کسی مسلم کا اپنے مسلم بھائی سے محبت کرنا کمال ایمان میں سے ہے۔

۴. مسلم پر واجب ہے کہ وہ دوبارہ کفر میں جانے سے گریز کرے، اسے برا اور ناپسندیدہ سمجھے جس طرح وہ یہ ناپسند کرتا ہے کہ جہنم میں ڈالا جائے۔

۵. جس کے دل میں یہ صفات پائی گئیں تو در حقیقت اس کے دل میں اطمینان اور نفس میں راحت پائی گئی، یا اسے راحت اور اطمینان کلی طور پر حاصل ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆